# تعلیم و تربیت

eboko

## کہانی نمبر

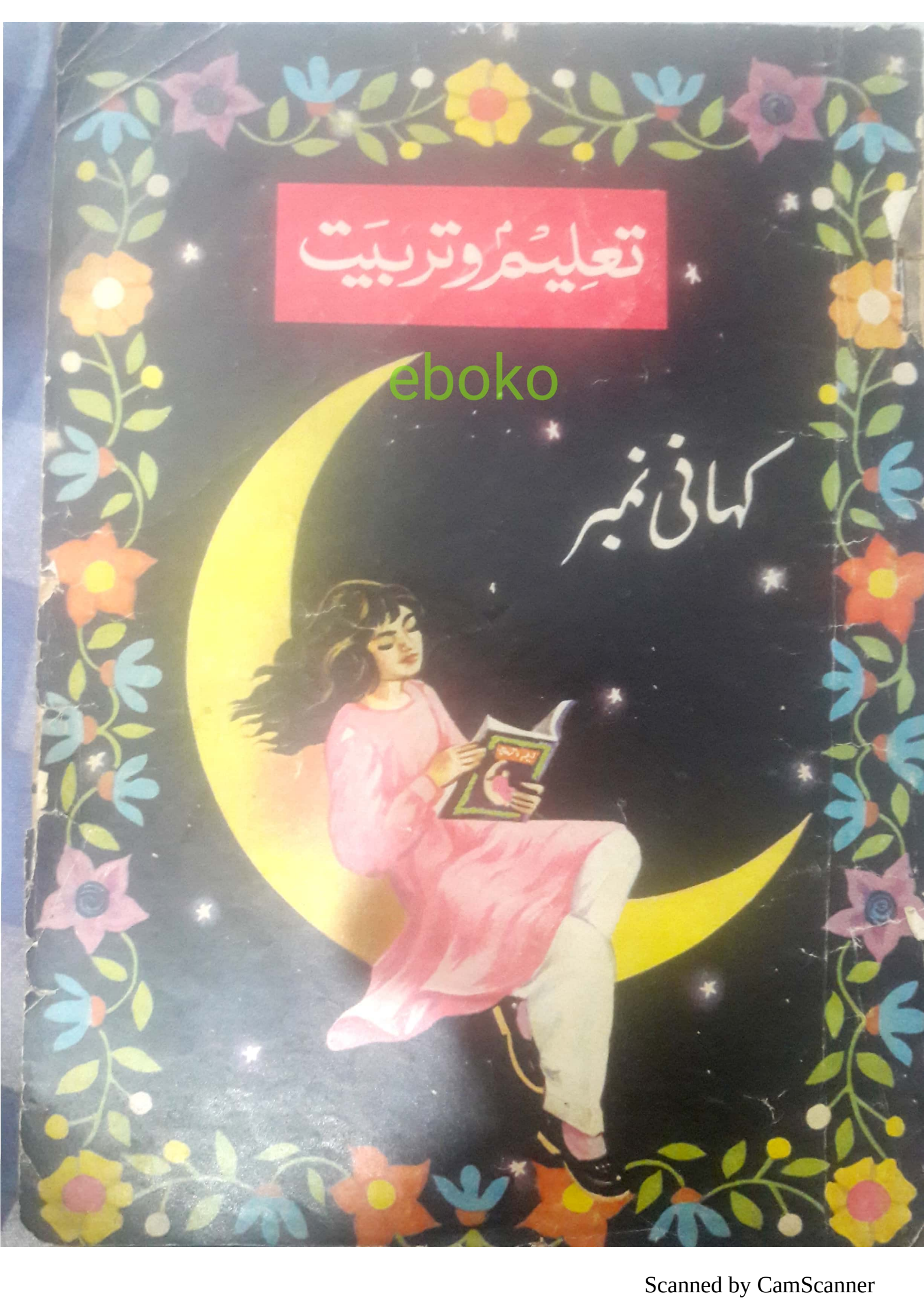

Scanned by CamScanner

eboko

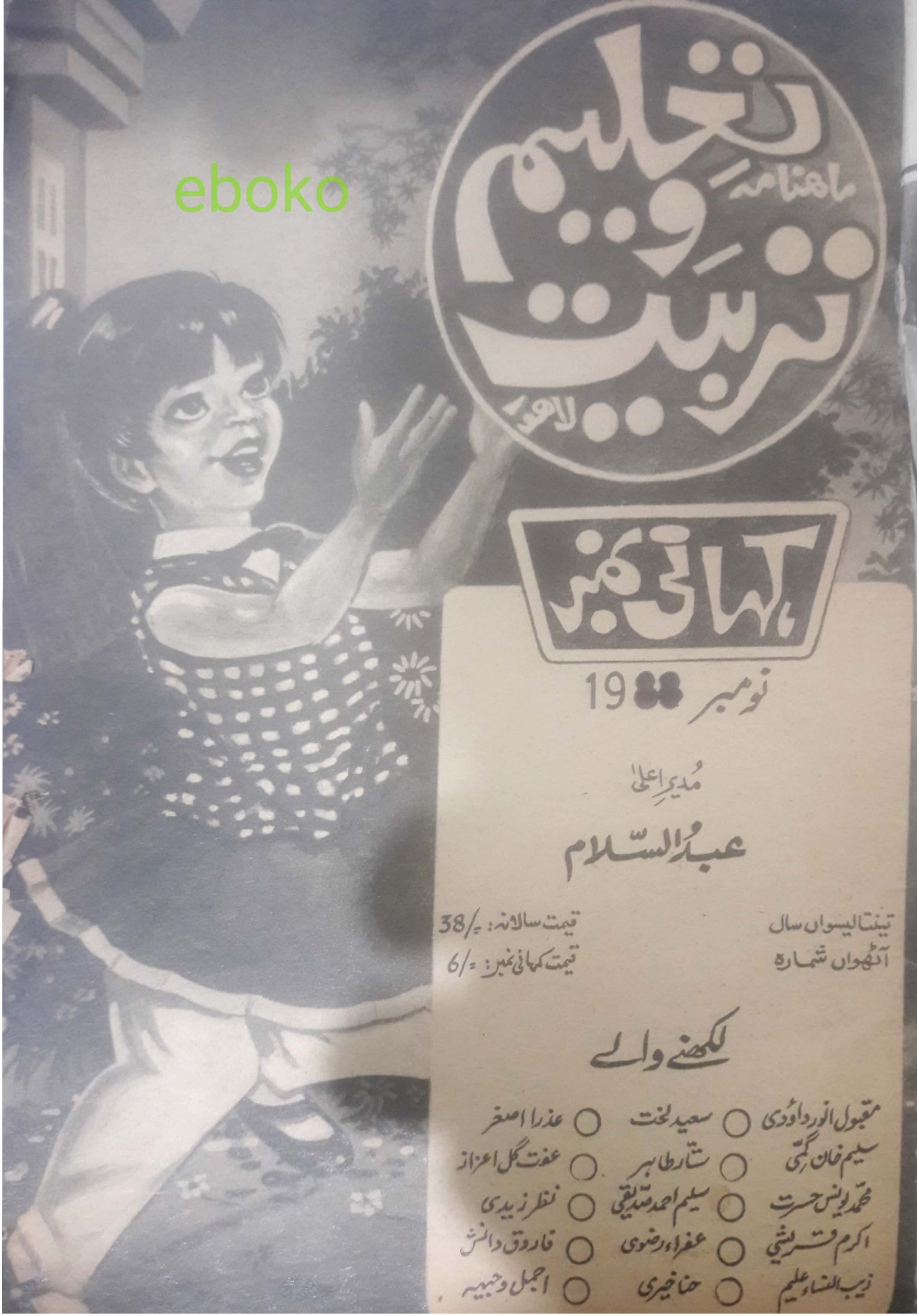

ماہنامہ

# تعلیم و تربیت

لاہور



## کہانی نمبر

نومبر 19[redacted]

مُدیرِ اعلیٰ

**عبدالسلام**

تینتالیسواں سال
آٹھواں شمارہ

قیمت سالانہ: 38/-
قیمت کہانی نمبر: 6/=

### لکھنے والے

- مقبول انور داؤدی
- سعید لخت
- عذرا اصغر
- سلیم خان گمی
- ستار طاہر
- عفت گل اعزاز
- محمد یونس حسرت
- سلیم احمد صدیقی
- نظر زیدی
- اکرم قریشی
- عفراء رضوی
- فاروق دانش
- زیب النساء علیم
- حنا خیری
- اجمل وجیہہ

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# باتیں

لیجیے کہانی نمبر حاضر ہے۔
یہ کیسا ہے ؟ اس کا فیصلہ تو آپ کریں گے۔
ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہم نے اس کو زیادہ سے زیادہ دل چسپ بنانے کے لیے پوری پوری کوشش کی ہے۔
اس کہانی نمبر میں ہم نے آپ کے لیے اردو کے بہت سے نام ور اور معروف ادیبوں سے کہانیاں لکھوائی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نئے لکھنے والوں کی بھی زیادہ سے زیادہ کہانیاں چھاپنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم جن بچّوں کی کہانیاں شائع نہیں ہو سکیں، ان سے ہم معذرت خواہ ہیں۔ ان کی کہانیاں اگلے شماروں میں چھپیں گی۔
لیجیے، اب اپنا کہانی نمبر پڑھنا شروع کیجیے اور اس کے بارے میں ہمیں اپنی رائے جلد از جلد بھجوائیے۔
ہم انتظار کریں گے۔



Scanned by CamScanner

محمد یونس حسرت

# اُول جلول نے کھیر بنائی

ایک روز اُول جلول اپنی خالہ کے ہاں گیا تو انھیں خوش کرنے کے خیال سے اُن کے لیے بازار سے پیارے پیارے پھولوں کا ایک خوب صورت گلدستہ لیتا گیا۔ اُول جلول کی خالہ جان کو پھول بہت پسند تھے۔ خوب صورت سا گلدستہ دیکھ کر وہ خوش ہو گئیں اور پچھلی ساری ناراضگی بھول کر کہنے لگیں۔

"اوہ، تم کتنے اچھے ہو اُول جلول! تمھیں اپنی خالہ کا کتنا خیال ہے! اچھا، اب آئے ہو تو دوپہر کا کھانا کھا کر جانا۔"

"شکریہ خالہ جان! بے حد شکریہ!" اُول جلول نے کہا اور پھر



Scanned by CamScanner

نہایت بے شرمی سے بولا "کھانے میں کیا کچھ ہوگا خالہ جان؟"

"قورمہ، آلو کی ٹکیاں اور رس کی کھیر۔"

"رس کی کھیر؟" اُول جلول نے خوش ہو کر کہا "اس کے ساتھ ذرا گنے کی راب ہو جائے تو مزا ہی آ جائے خالہ جان!"

"وہ تو کبھی کی ختم ہے۔" خالہ جان بولیں۔ "اس لیے تمھیں سیدھی سادی رس کی کھیر پر ہی گزارا کرنا پڑے گا۔"

"بہت اچھا خالہ جان" اُول جلول نے کہا اور اخبار لے کر ایک طرف پڑھنے بیٹھ گیا۔

اُس کی خالہ جان گھر کے کام کاج میں لگ گئیں اور وہ ایک کونے میں بیٹھا اخبار پڑھتا رہا۔ کچھ دیر بعد خالہ جان نے اس کا شانہ ہلاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو اُول جلول! یہاں آئے ہو تو کچھ کام کرو۔ بے کار بیٹھے ہوئے آدمی مجھے بالکل اچھے نہیں لگتے۔"

اُول جلول ایک دم اخبار پھینک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"حکم کیجیے خالہ جان! آپ جانتی ہی ہیں کہ بے کار بیٹھنا مجھے خود اچھا نہیں لگتا اور میرا جی چاہتا ہے کہ ہر وقت اپنا یا دوسروں کا کوئی نہ کوئی کام کرتا رہوں۔ بتائیے کیا کام ہے؟"

خالہ جان نے کہا "میں اپنے کسی کام کو تو ہاتھ نہیں لگانے دوں گی تمھیں۔ میں جانتی ہوں کہ جس کام کو تم ہاتھ لگاؤ گے، وہ چوپٹ ہو جائے گا۔ ہاں، باورچی خانے کے ساتھ جو برتنوں والا کمرا ہے نا، وہاں دو تین مستری الماریوں وغیرہ کی مرمت کر رہے ہیں۔ تم ذرا چل کے اُن کے کام کی نگرانی کرو۔ یہ لوگ بڑے سُست اور کام چور ہوتے ہیں اور جب تک کوئی آدمی اُن کے سر پر کھڑا نہ ہو، بالکل کام نہیں کرتے۔"

"آپ فکر نہ کریں خالہ جان!" اُول جلول نے کہا "میں ان کی نگرانی کرتا ہوں۔ اُن کی کیا مجال جو میرے ہوتے ہوئے ذرا بھی کام چھوڑ کے بیٹھیں۔"



Scanned by CamScanner

"انھیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ بھی لا دینا" خالہ جان بولیں" اور امداد کی ضرورت ہو تو ان کے کام میں امداد بھی کر دینا۔"

"آپ فکر نہ کریں خالہ جان!"

اُول جلُول یہ کہتے ہوئے باورچی خانے کے ساتھ والے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں مستری اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ اُول جلُول نے جاتے ہی ایک نگران کی شان سے چاروں طرف نظر ڈالی۔ فرش پر ایک بکس میں مستریوں کے اوزار پڑے ہوئے تھے۔ اس نے جُھک کر ایک ہتھوڑی اُٹھائی اور اسے یوں ہی اپنے ہاتھ میں اُلٹ پلٹ کرنے لگا۔ ذرا دیر بعد ہتھوڑی اس کے ہاتھ سے چھُوٹ کر ایک مستری کی کلائی پر جا کر لگی اور وہ بے چارا ہائے ہائے کرنے لگا۔

اُول جلُول "کیا ہوا؟ کیا ہوا؟" کہتا ہوا اس کی طرف بڑھا تو اس کا پیر اوزاروں والے بکس سے ٹکرایا۔ بکس اُلٹا اور سارے اوزار

Scanned by CamScanner

فرش پر بکھر گئے۔ مستری اپنی چوٹ کو بھول کر اوزاروں کو سمیٹنے لگا۔ دوسرے مستری بھی کام چھوڑ کر اوزار سمیٹنے لگے۔

"ارے، تم اپنا کام کرو۔ یہ اوزار میں سمیٹ لیتا ہوں" اُول جلُول نے کہا۔

"ہمارا کام ہمارے لیے رہنے دو بابا!" بڑے مستری نے کہا۔ اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ اُول جلُول جہاں جائے گا، دوسروں کے لیے پریشانی پیدا کرے گا۔ اس لیے اس نے اس سے پیچھا چھڑانے کی خاطر ایک کُھلے مُنھ کا ڈبا اُسے تھماتے ہوئے کہا۔

"لو میاں، ذرا اسے گرم کر لاؤ۔ باورچی خانے میں جا کر۔"

اُول جلُول نے ڈبا تھام لیا اور جا کر باورچی خانے کے چُولھے پر رکھ دیا۔ ڈبے میں گہرے بھُورے رنگ کی کوئی چیز تھی۔ چُولھے پر رکھنے کے ذرا دیر بعد ہی وہ پگھلنے لگی تو اُول جلُول نے ایک بڑا سا چمچہ لے کر اُسے ہلانا شروع کیا۔ اسے ہلاتے ہُوئے جب اس کی نظر اس سے اُٹھتے ہوئے بلبلوں پر پڑی تو وہ حیران سا ہو گیا۔

"ارے! یہ تو گنّے کی راب معلوم ہوتی ہے۔ بالکل گنّے کی راب معلوم ہوتی ہے۔ خالہ جان کے پاس اس کا ایک قطرہ بھی نہیں کھیر میں ڈالنے کے لیے۔ کیوں نہ میں تھوڑی سی راب مانگ لوں مستریوں سے!"

وہ دروازے پر گیا اور وہیں کھڑے کھڑے آواز دی۔

"مستری بھائیو! میں اس میں سے دو تین چمچے لے لوں؟"

"جتنا جی چاہے لے لو" بڑے مستری نے جواب میں کہا۔

اُول جلُول خوش خوش باورچی خانے میں واپس آ کر پھر ڈبے میں چمچ چلانے لگا۔

وہ اس بارے میں خالہ جان کو بتانا چاہتا تھا، مگر وہ کسی کام سے باہر چلی گئی تھیں اور جانے سے پہلے قورمہ، آلو کی ٹکیاں اور کھیر سب

کچھ تیار کر گئی تھیں۔

اُدل جلول کو بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے کھانے کی ساری چیزیں میز پر لگائیں۔ وہ اس کام سے فارغ ہوا ہی تھا کہ خالہ جان واپس آگئیں۔ میز پر ساری چیزیں لگی دیکھ کر وہ خوش ہوتے ہوئے بولیں:

"خوب، خوب! اُدل جلول، کبھی کبھی تو واقعی تم ٹھیک کام کرتے ہو مگر کبھی کبھی ہی۔ خیر، اسی خوشی میں تمھیں کھیر کی دو پلیٹیں ملیں گی۔"

وہ دونوں کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ اُدل جلول نے راب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ وہ عین موقع پر اپنی خالہ جان کو حیران کر کے ان کی حیرانی کا مزا لینا چاہتا تھا۔ چناں چہ پہلے اس نے قورمہ اپنے پیٹ میں اُتارا، پھر آلو کی ٹکیوں پر ہاتھ صاف کیا۔ اب کھیر کی باری تھی۔ خالہ جان نے کھیر کی پلیٹوں پر سے رومال ہٹاتے ہوئے کہا۔

"لو بیٹے اُدل جلول! آج اس سادہ سی کھیر پر ہی گزارا کرو۔"

"نہیں خالہ جان!" اُدل جلول نے اُٹھتے ہوئے کہا "میں نے اس کے لیے گرم گرم راب کا بندوبست کر لیا ہے۔ ابھی لایا۔"

وہ لپک کر وہ ڈبا اُٹھا لایا جو ابھی تک باورچی خانے کے چولھے پر رکھا ہوا تھا۔ اس نے اس میں سے دو چمچے اپنی خالہ جان کی کھیر پر ڈالے اور تین چمچے اپنی کھیر میں ڈال لیے۔

"یہ راب ہے؟" خالہ جان نے کسی قدر حیرانی سے کہا۔

"جی خالہ جان!" اُدل جلول نے خوشی سے جھومتے ہوئے کہا "بالکل گرم گرم راب ہے۔"

"یہ تو بڑی عجیب سی دکھائی دیتی ہے" خالہ جان نے کہا "اور اس سے بُو بھی بڑی عجیب سی آ رہی ہے۔"

"اس کی بُو پر نہ جائیے خالہ جان" اُدل جلول نے کہا "اس کا ذائقہ نہایت شاندار ہے۔ ذرا چکھ کر دیکھیے کیسی ایک نمبر راب ہے۔"



Scanned by CamScanner

اُول جلُول اور خالہ جان دونوں نے کھیر کا ایک ایک چمچہ مُنھ میں ڈالا اور دُوسرے ہی لمحے ان کے مُنھ بن گئے۔ ان کا حلق کڑوا ہو گیا تھا اور ساتھ ہی اُن کے جبڑے آپس میں جُڑ گئے تھے۔ اب اس کھیر کو وہ نہ کچھ چبا سکتے تھے اور نہ کچھ بول ہی سکتے تھے۔

جس چیز کو اُول جلُول نے گنّے کی راب سمجھ لیا تھا، وہ دراصل مستریوں کا وہ سریش تھا جسے وہ لکڑی وغیرہ جوڑنے کے کام میں لاتے ہیں۔ اس کی رنگت کو دیکھ کر ہی اُول جلُول نے اسے راب سمجھ لیا تھا۔ چکھ کر دیکھ لینے کی تکلیف اس نے کی ہی نہیں تھی۔ وہ یہ تکلیف کر لیتا تو اسے اُول جلُول کون کہتا۔

مگر اب تو اسے بھی پتا چل گیا تھا کہ اس نے سریش کو راب سمجھ لیا تھا۔

"باپ رے!" اس نے جی ہی جی میں کہا "یہ تو سریش ہے۔ میں نے خواہ مخواہ اسے گنّے کا راب سمجھ لیا۔ آپ بھی کھا لیا اور خالہ جان کو بھی کھلا دیا۔ اب میں کیا کروں، اوہ، اب میں کیا کروں؟"

زبان سے وہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا تھا، اور اس کی طرح اس کی خالہ جان بھی زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھیں۔

مگر خالہ جان پھر خالہ جان تھیں۔ سریش سے ان کا مُنھ بند ہُوا تھا، مگر ہاتھ تو کُھلے تھے اور ان کُھلے ہاتھوں سے انھوں نے خُوب خُوب کام لیا۔ اُول جلُول کی انھوں نے وہ مرمّت کی، وہ مرمّت کی کہ اس بے چارے کو چھٹی کا دُودھ یاد آ گیا۔ اس پر یہ مُصیبت کہ جبڑے بند ہونے کی وجہ سے وہ چیخ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی اس کی امداد کو آتا اور اسے آ کر چھڑاتا۔ چناں چہ خالہ جان اسے پیٹتی رہیں اور باورچی خانے کے ساتھ والے کمرے میں کام کرتے ہُوئے مستریوں کو پتا تک نہ چلا کہ بے چارے اُول جلُول کو مار پڑ رہی ہے۔

آخر اُول جلُول وہاں سے سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ نکلا۔ وہ اس حالت

میں بھاگا جا رہا تھا کہ موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں سے نکل نکل کر اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے اور جبڑے بند ہونے کی وجہ سے اس کے منہ سے کوئی بات نہیں نکلتی تھی۔

بھاگتے بھاگتے جب وہ ایک موڑ مڑا تو اچانک اس کا سامنا ایک سپاہی سے ہو گیا۔ سپاہی نے اس کا بازو تھامتے ہوئے پوچھا۔

"ارے اُول جلول، یہ تم کہاں بھاگے جا رہے ہو اس طرح؟ کیا بات ہے؟"

مگر اُول جلول جواب میں صرف "اُوں، اُوں" کر کے رہ گیا۔ وہ اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ سریش کے اثر سے اس کے جبڑے تو ابھی دیر تک بند رہنے تھے۔

# اکبر اور چوگان

اکبر بادشاہ چوگان (پولو) کا بہت شوقین تھا۔ چوگان یا پولو ہاکی کی قسم کا ایک کھیل ہوتا ہے۔ جو گھوڑے پر سوار ہو کر کھیلتے ہیں۔

اکبر کے زمانے میں [illegible] چوگان کے بہترین کھلاڑی تھے۔ جب کوئی شخص [illegible] کے لیے درخواست دیتا تو اسے اکبر کے سامنے چوگان کھیلنا پڑتا۔ اگر وہ اس امتحان میں کامیاب ہو جاتا، تو اسے ملازم رکھ لیا جاتا۔

یہ امتحان رات کے وقت ہوتا۔ گیند خاص قسم کی لکڑی کی ہوتی تھی۔ جسے آگ لگا دی جاتی تھی اور وہ بہت دیر تک جلتی [illegible]

[illegible]

# اُلّو کے گھونسلے سے

چھانگا مانگا

کے جنگل میں ایک بُوڑھا اُلّو رہتا تھا۔ بہت عقل مند، نیک اور خدا ترس۔ جنگل کے کسی جانور پر کوئی مُصیبت آتی تو وہ دوڑا دوڑا میاں اُلّو کے پاس آتا اور وہ چٹکی بجاتے میں اس کی مشکل آسان کر دیتے۔ تمام جانور انھیں اَدب سے "گرُو جی" کہتے تھے۔

گرُو جی روز شام کو دربار لگاتے اور جانوران کے سامنے اپنا اپنا دُکھڑا روتے۔ جس دن کوئی مُصیبت کا مارا نہ آتا، اس دن گرُو جی جانوروں کو ایک دِل چسپ کہانی سُناتے۔

Scanned by CamScanner

شام ہوتے ہی تمام جانور میاں اُلّو کے گھونسلے کے نیچے جمع ہو گئے اور "گرُو جی زندہ باد" کے نعروں سے سارا جنگل سر پر اُٹھا لیا۔

تھوڑی دیر بعد گرُو جی بڑی شان سے باہر نکلے، کھنکار کر گلا صاف کیا، دو چار جمائیاں لیں اور پھر مینا کو دیکھ کر حیرت سے بولے "بی بی! اس سے پہلے میں نے تمھیں یہاں کبھی نہیں دیکھا۔ تمھارا نام کیا ہے؟"

مینا بولی "مُنجو نالو شھلا چند راني آھے، سائیں۔"

ہاتھی نے کہا "اوئے! اے کیہڑی بولی بولدی اے؟"

گائے بولی "یہ سندھ کی رہنے والی ہیں۔ کہتی ہیں، میرا نام شہلا چند رانی ہے۔"

گرُو جی تعجب سے بولے "مگر بی گائے! تمھیں سندھی زبان آتی ہے؟"

گائے نے کہا "اِنھی سے سیکھی ہے اور میں انھیں پنجابی سکھا رہی ہوں۔"

گرُو جی خوش ہو کر بولے "جیتی رہو، اور یاد رکھو! جنگل میں طرح طرح

Scanned by CamScanner

کے پھول کھلتے ہیں۔ ہر پھول کی رنگت اور خوش بُو الگ الگ ہوتی ہے مگر وہ سب پیار، محبت سے رہتے ہیں۔ ہم سب بھی ایک ہی چمن کے پھول ہیں۔ رنگ، بُو الگ الگ مگر گھر سب کا ایک۔ کیا سمجھے؟"

"سب سمجھ گئے" لومڑی نے کہا "اب آپ جلدی سے کوئی پھڑکتی ہوئی کہانی سُنا دیجیے۔"

گرُوجی نے کچھ سوچا اور پھر بولے "ایک دن کا ذکر ہے، دوپہر کا وقت تھا۔ میں بے خبر پڑا سو رہا تھا کہ بی فاختہ نے آکر جگا دیا۔ تم جانو، کسی کو کچّی نیند سے جگا دیا جائے تو اسے بہت غصّہ آتا ہے۔ یہی حال میرا ہُوا۔ جی میں آیا کہ فاختہ کی بچّی کو کچّا ہی چبا جاؤں، مگر اسے پریشان دیکھ کر غصّہ ٹھنڈا ہو گیا۔ میں نے نرمی سے کہا "کہو بی فاختہ، اس وقت کیسے آنا ہوا؟ خیر تو ہے؟"

"خاک خیر ہے" فاختہ جل کر بولی "آپ کو تو کچھ خبر ہی نہیں۔ ہر وقت لمبی تانے سوتے رہتے ہیں۔"

"با اَدب، با مُلاحظہ" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "شاید تمھیں معلوم نہیں کہ تم کس سے مخاطب ہو۔"

"جی مجھے خُوب معلوم ہے" وہ اسی طرح غصّے سے بولی "غضب خُدا کا، آپ کو جنگل میں رہتے ہوئے بھی جنگل کے حالات کا پتا نہیں۔ اب بتائیے مجھے غصّہ نہ آئے تو کیا پیار آئے۔"

"لیکن بی فاختہ، آخر کچھ بتاؤ تو کہ تمھارے غصّے کا سبب کیا ہے؟" میں نے مُسکرا کر کہا۔

"اجی گرُوجی!" وہ چونچ ہلا کر بولی "آپ کے جنگل کے درخت ایک ایک کر کے غائب ہو رہے ہیں اور اگر تھوڑے دِنوں یہی حالت رہی تو سارا جنگل صفاچٹ میدان بن جائے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجّب سے کہا "جنگل کے درخت غائب



Scanned by CamScanner

ہو رہے ہیں ؟ ذرا کھول کر بتاؤ۔"

فاختہ نے ناک بھوں چڑھائی اور پھر بولی "میں سمجھتی تھی کہ آپ کو اس بات کا علم ہوگا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی دُنیا ہی میں مگن رہتے ہیں۔ باہر کی دُنیا کا آپ کو کچھ پتا نہیں۔ اجی حضور! ایک ہفتے سے جنگل کے درخت غائب ہو رہے ہیں۔ کیا یہ حیرت، تعجب اور اچنبھے کی بات نہیں ؟"

"واقعی اچنبھے کی بات ہے" میں نے جواب دیا "لیکن تمھاری رائے میں درختوں کے غائب ہونے کی وجہ کیا ہے ؟"

"میں آپ کو بتاتی ہوں" فاختہ اِدھر اُدھر دیکھ کر بولی "یہ ساری شرارت اس بُڈھو کھٹ بڑھئی کی ہے۔ جو ہمارے پڑوس میں رہتا ہے۔"

میں نے حیرت سے فاختہ کو دیکھا اور پھر ہنس کر کہا "تمھارا مطلب ہے کہ وہ بُڈھو کھٹ بڑھئی درخت اُٹھا کر لے جاتا ہے۔ ہاہاہا بی فاختہ، کیسی بہکی بہکی باتیں کرتی ہو۔"

"آپ یقین نہیں کرتے" فاختہ نے کہا "مگر مجھے یقین ہے کہ یہ ساری کارستانی کھٹ بڑھئی ہی کی ہے۔ گروجی، آپ کو پتا نہیں، یہ کھٹ بڑھئی بڑی موذی قوم ہے۔ یہ درختوں کو کھوکھلا کر کے گرا دیتے ہیں اور پھر اُٹھا کر کہیں دُور پھینک آتے ہیں۔ ذرا خیال فرمائیے۔ اگر یہ اسی طرح کرتے رہے تو جنگل میں ایک درخت بھی نہیں رہے گا اور پھر ہمارا خدا ہی حافظ ہے۔ میری رائے ہے آپ جنگل کے جانوروں کی ایک میٹنگ بلائیے اور کھٹ بڑھئیوں کو الٹی میٹم دے دیجیے کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اس جنگل سے چلے جائیں۔ ورنہ ہم ان کا "گھیراؤ" کرلیں گے۔"

میں نے زور کا قہقہہ لگایا اور بولا "بی فاختہ، معلوم ہوتا ہے تم بے چارے کھٹ بڑھئی سے کسی بات پر ناراض ہو گئی ہو۔ اری خدا کی بندی! ذرا سوچ تو سہی۔ کھٹ بڑھئی جیسا ذرا سا پرندہ اتنے بڑے

پیڑ کو کس طرح گرا سکتا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ وہ کیڑے مکوڑے نکالنے کے لیے درختوں میں سوراخ کرتا ہے۔ مگر یہ سوراخ اتنے ننھے ننھے ہوتے ہیں کہ ان سے درخت کا کچھ نہیں بگڑتا۔ گرنا تو بڑی بات ہے۔"

فاختہ نے نفرت سے سر ہلایا اور بولی "آپ یقین نہیں کرتے نہ کیجیے۔ بتا دینا میرا کام تھا۔ کرنا نہ کرنا آپ کا کام۔ ابھی دو تین روز کی بات ہے میں نے دیکھا کہ کھٹ بڑھئی بیری کے درخت میں سوراخ کر رہا تھا۔ آج صبح میں اُدھر سے گزری تو وہ درخت غائب تھا۔ خیر آپ کی مرضی۔ میں اب جاتی ہوں۔"

"بات تو سنو" میں نے اسے روکتے ہوئے کہا "کسی پر الزام لگانے سے پہلے خوب چھان بین کر لینی چاہیے۔ میرا خیال ہے یہ کام کسی آدمی کا ہے۔ ہو سکتا ہے سرکار کو لکڑی کی ضرورت ہو اور وہ درخت کٹوا رہی ہو۔"

"جی نہیں۔ یہ کسی انسان کا کام نہیں" فاختہ نے کہا "اگر کوئی آدمی درخت کاٹتا تو جانور ضرور دیکھتے۔ لیکن جانوروں نے کسی آدمی کو درخت کاٹتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"ارے بھئی، یہ واقعہ تو الف لیلہ کی کہانیوں سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے" میں نے سر کھجاتے ہوئے کہا "مجھے سوچنے دو۔"

"معاملہ بالکل صاف ہے گرو جی۔ خواہ مخواہ وقت گنوانے سے کیا فائدہ۔ میں پھر کہتی ہوں کہ یہ حرکت بڈھو اور اس کے بھائی بندوں ہی کی ہے۔ آپ انھیں کسی طرح سے جنگل سے نکال دیجیے۔"

"تم تو ہاتھ دھو کے بڈھو کے پیچھے پڑ گئی ہو" میں نے کہا "مجھے پورا یقین ہے کہ یہ حرکت کھٹ بڑھئیوں کی نہیں۔ اس کی تہ میں کسی انسان کا ہاتھ ہے۔ میں بڈھو کے پاس جاتا ہوں۔ تم اپنے گھر جاؤ۔ کوئی نئی بات معلوم ہوئی تو تمھیں بتا دوں گا۔"

فاختہ چلی گئی۔

Scanned by CamScanner

تھوڑی دیر بعد میں بڈھو کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اِدھر اُدھر گھومتے ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ شیشم کے ایک پیڑ سے کھٹ کھٹ کی آواز آئی۔ میاں بڈھو بڑی تیزی سے درخت میں سوراخ کرنے میں مشغول تھے۔ میں پاس ہی ایک شاخ پر بیٹھ گیا اور مسکرا کر بولا "بڑے مصروف نظر آ رہے ہو، میاں بڈھو"۔

وہ مجھے دیکھ کر چونکا اور پھر بولا "جی ہاں، فرمائیے کہاں تشریف جا رہی ہے؟"

"تمھاری ہی تلاش میں تھا بھائی" میں نے کہا "شکر ہے کہ مل گئے۔ دراصل میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ تمھارا حرج تو نہ ہوگا"۔

"ارے گرو جی، آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہیں" بڈھو میرے پاس بیٹھتے ہوئے بولا "فرمائیے، کیا بات ہے؟"

میں نے اسے درختوں کے غائب ہونے کا قصہ سنایا اور بتایا کہ فاختہ کے خیال میں تم درخت غائب کر دیتے ہو۔

Scanned by CamScanner

بڈھو بڑے زور سے ہنسا اور بولا " مجھ سا کمزور پرندہ درخت کس طرح گرا سکتا ہے گرو جی۔ اور پھر میں دن میں کام کرتا ہوں۔ اگر میں درخت گراتا تو تمام جانور دیکھتے۔"

" سچ کہتے ہو بھائی " میں نے کہا " مگر تمہاری رائے میں یہ کس کی حرکت ہو سکتی ہے ؟"

" کچھ کہہ نہیں سکتا " وہ سوچتے ہوئے بولا " دو چار دن سے میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ ایک آدھ درخت روز غائب ہو جاتا ہے۔ گرو جی ! آپ سارے جنگل کے گرو ہیں۔ میں سمجھتا ہوں آپ ضرور اس کا کھوج لگائیں گے۔"

" میری سمجھ میں ایک تدبیر آئی ہے " میں نے آہستہ سے کہا " آج رات ہم دونوں جنگل کی چوکی داری کریں گے۔ روز کی طرح آج بھی درختوں کو غائب کرنے والا جادوگر ضرور آئے گا اور پھر ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس کی شرارت ہے۔"

رات کو کھانا کھا کر میں بڈھو کے گھر گیا۔ وہ بالکل تیار بیٹھا تھا۔ ہم دونوں جنگل میں اِدھر اُدھر گھومنے لگے۔ ایک گھنٹا، دو گھنٹے، تین گھنٹے یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی مگر کوئی شخص نظر نہ آیا۔ ہم مایوس ہو کر لوٹنے ہی والے تھے کہ اچانک ایک جگہ پتوں کے کھڑکھڑانے کی آواز آئی۔ ہم فوراً اُٹھتے ہوئے اُدھر پہنچے۔ چار آدمی دھیرے دھیرے ایک درخت کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سب سے آگے والے آدمی کے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں آرا تھا، تیسرے کے ہاتھ میں موٹی سی رسّی اور چوتھا آدمی کلہاڑا لیے ہوئے تھا۔

ایک درخت کے پاس پہنچ کر وہ چاروں ٹھہر گئے۔ کلہاڑے والے شخص نے درخت کی جڑ میں چار پانچ ضربیں لگائیں اور پھر دو شخصوں نے مل کر آرا چلانا شروع کر دیا۔ جب تین چوتھائی سے زیادہ جڑ کٹ گئی تو انھوں نے ایک موٹی سی شاخ میں رسّی پھنسا کر زور سے کھینچا۔ درخت

Scanned by CamScanner

دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ اس کے بعد انھوں نے جلدی جلدی اس کی شاخیں کاٹ کر تنے کے تین چار ٹکڑے کیے اور ان کو گھسیٹ کر جنگل کے باہر لے گئے جہاں ایک بیل گاڑی کھڑی تھی۔

"یہ چاروں سگے بھائی ہیں" میں نے بڈھو کے کان میں کہا "اور قصبے میں ان کی ٹال ہے۔"

"تو یہ کم بخت سرکاری لکڑی چرا کر فروخت کرتے ہیں" بڈھو بولا "مگر انھیں پکڑا کیسے جائے؟ خدا کے لیے گرو جی کچھ کیجیے۔ ورنہ یہ ظالم سارے جنگل کو اجاڑ کر رکھ دیں گے۔"

"تم ہی بتاؤ، ایک غریب اُلّو اور ایک حقیر کھٹ بڑھئی انسانوں کے مقابلے میں کیا کر سکتے ہیں؟" میں نے کہا اور سر جھکا کر سوچنے لگا۔

اچانک میرے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ میں نے کہا "ہاں ایک ترکیب ہے انھیں پکڑنے کی۔ ہم کسی طرح پولیس کو یہاں لے آئیں۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے گرو جی؟" بڈھو بولا "ہم پولیس کو اپنا مطلب کیسے سمجھائیں گے؟"

"یہی تو مصیبت ہے" میں نے کہا "میں تھوڑی بہت اردو جانتا ہوں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ مجھے انسانوں کی طرح بولتا دیکھ کر پولیس والے تھانہ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ خیر، تم اب گھر جاؤ۔ کل شام تک ممکن ہے میرے دماغ میں کوئی ترکیب آجائے۔"

خدا کی شان، دوسرے دن شام ہونے سے پہلے پہلے میرے ذہن میں ایک نہایت ہی عمدہ تدبیر آگئی۔ دوڑا دوڑا بڈھو کے گھر گیا اور اسے وہ تدبیر بتائی۔ مارے خوشی کے اس کی باچھیں کھل گئیں۔ اب ہم دونوں جانی گنتے کی تلاش میں نکلے اور تھوڑی سی دوڑ دھوپ کے بعد اسے بھی ڈھونڈ نکالا۔

جب رات کے بارہ بج گئے اور میں نے دیکھا کہ چور جنگل میں داخل



Scanned by CamScanner

ہو گئے ہیں تو ہم تینوں قصبے کے تھانے پہنچے۔ تھانے کا دروازہ بند تھا اور ایک سپاہی دروازے کے پیچھے مونڈھے پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ میں نے جانی سے کہا "دیکھو، بڈھو دروازہ کھٹ کھٹائے گا۔ کھٹ کھٹ کی آواز سُن کر سپاہی باہر آئے تو تم اس کی قمیص پکڑ کر کھینچنا۔ اس کے دل میں ضرور شبہ پیدا ہو گا اور وہ تمھارے پیچھے پیچھے ہو لے گا۔ میں تمھارے سر پر اُڑ رہا ہوں گا۔ جدھر میرا رُخ ہو گا، تم سپاہی کو اُدھر ہی لے چلنا سمجھ گئے؟" جانی نے دُم ہلا کر "ہاں" کہا۔

میں نے کھٹ بڑھئی کو اشارہ کیا اور اس نے اپنی چونچ سے دروازے پر دستک دینی شروع کر دی۔ اونگھتا ہوا سپاہی آنکھیں ملتا ہوا اُٹھ بیٹھا اور ڈانٹ کر بولا "کون ہے؟" لیکن جواب نہ پا کر پھر بیٹھ گیا۔ بڈھو نے دوبارہ دستک دی "کھٹ کھٹ کھٹ" اب کے سپاہی جھلا کر اُٹھا اور دروازہ کھول کر بولا:

"یہ کوئی وقت ہے رپٹ لکھوانے کا؟ چل بھاگ یہاں سے۔ صُبح کو آنا"

جانی نے لپک کر اس کی پتلون دانتوں سے پکڑ لی اور کُوں کُوں کر کے کھینچنے لگا۔ سپاہی زور زور سے شور مچانے لگا۔ گڑبڑ سُن کر دوسرے سپاہیوں کی بھی آنکھ کھُل گئی اور وہ دوڑے ہوئے آئے۔ ایک سپاہی کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔ اس نے جانی کی ٹانگوں پر زور سے ڈنڈا رسید کیا۔ غریب جانی مار کھا کر پیچھے ہٹا مگر پھر کُوں کُوں کر کے آگے بڑھا اور سپاہیوں کو اپنے پیچھے آنے کے لیے اشارے کرنے لگا۔ اتنے میں تھانے دار بھی آ گیا۔ وہ کچھ سمجھ دار تھا۔ اس نے جانی کو اُچھلتے کُودتے اور اشارے کرتے دیکھا تو بولا "ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔ آؤ چلو۔ دیکھیں، کہاں لے چلتا ہے؟"

سپاہی بندوقیں اور لاٹھیاں لے کر باہر آ گئے اور جانی کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہم جنگل میں پہنچ گئے اور اس طرح پولیس نے



Scanned by CamScanner

ان خبیث چوروں کو عین موقع پر پکڑ لیا۔ تھانے دار کو کیا خبر کہ چوروں کو پکڑوانے والا ایک اُلّو ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ جانی انھیں پکڑوا رہا ہے۔ وہ جانی کو تھانے لے گیا اور وہاں اس کی دُودھ جلیبیوں سے خاطر کی۔"

"اور آپ کو کچھ بھی نہیں ملا گرُو جی" گانے نے پُوچھا۔

"مجھے کیا مِلتا" گرُو جی نے کہا "دُوسرے دن جانی مِلا تو میں نے اُس سے کہا "کیوں بھئی! تدبیر ہم نے لڑائی اور دُودھ جلیبیاں کھائیں تم نے" اس نے ہنس کر کہا "ڈنڈا بھی تو میں نے ہی کھایا تھا گرُو جی۔"

محمد اکبر جاوید
گوجرہ

Scanned by CamScanner

# لڑکیوں کے لیے

* **بچّوں کے کپڑوں کی کٹنگ :** فرزانہ بخاری

اس کتاب کی مدد سے خواتین بچّوں کے جدید ڈیزائن کے کپڑے خود کاٹ کر سی سکتی ہیں۔ تمام ترکیبیں خاکوں اور تصویروں سے سمجھائی گئی ہیں۔

* **زنانہ کپڑوں کی کٹنگ :** فرزانہ بخاری

ہر قسم کے زنانہ کپڑے کاٹنے اور سینے کی آسان ترکیبیں، تصویروں اور خاکوں کے ساتھ۔

* **کُرتوں اور قمیصوں کے گلے :** نصیرہ نکو

کرتوں اور قمیصوں کے گلوں اور دامن پر کاڑھنے کے لیے فل سائز کی دیدہ زیب بیلیں، پھول پتیاں اور خوبصورت ڈیزائن

* **بچّوں کے کپڑوں کے ڈیزائن :** صبیحہ انجم

بچّوں کے نئی وضع کے دل کش ملبوسات کاٹنے اور سینے کی ترکیبیں، تصویروں اور خاکوں کے ساتھ۔ دو حصّے

## کشیدہ کاری

کشیدہ کاری کی یہ کتابیں ماہر فن خواتین اور آرٹسٹوں سے مرتّب کروائی گئی ہیں اور اب تک ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہیں۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| جدید کشیدہ کاری اور دوسُوتی | فرزانہ بخاری | * کہکشاں کشیدہ کاری | مسز شبّیر احمد |
| نصیرہ کشیدہ کاری | نصیرہ نکو | * خانم کشیدہ کاری | غلام محمّد چغتائی |
| چغتائی کشیدہ کاری | غلام محمّد چغتائی | * کشیدہ کاری | جمیلہ بیگم |

فیروز سنز خاندان کے ہر فرد کے لیے کتابیں چھاپتے ہیں۔ ملک کا یہ واحد نجی اشاعتی ادارہ ہے جس کا باقاعدہ شعبۂ ادارت ہے اور اس کی زیرِ نگرانی بچّوں اور بڑوں کے لیے اُردو اور انگریزی میں پاکیزہ، صحت مند اور بامقصد کتابیں شائع کی جاتی ہیں۔

فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور - راولپنڈی - کراچی

Scanned by CamScanner

# خواجہ صاحب کی بیساکھی

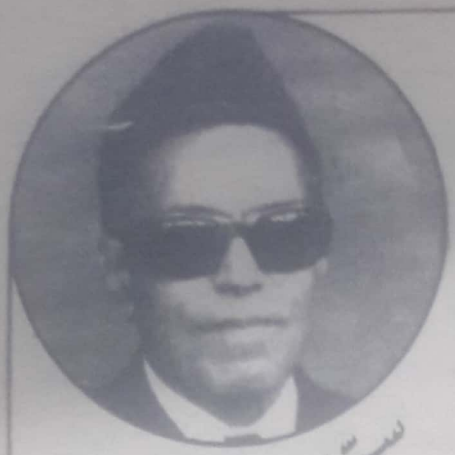

سید نظر زیدی

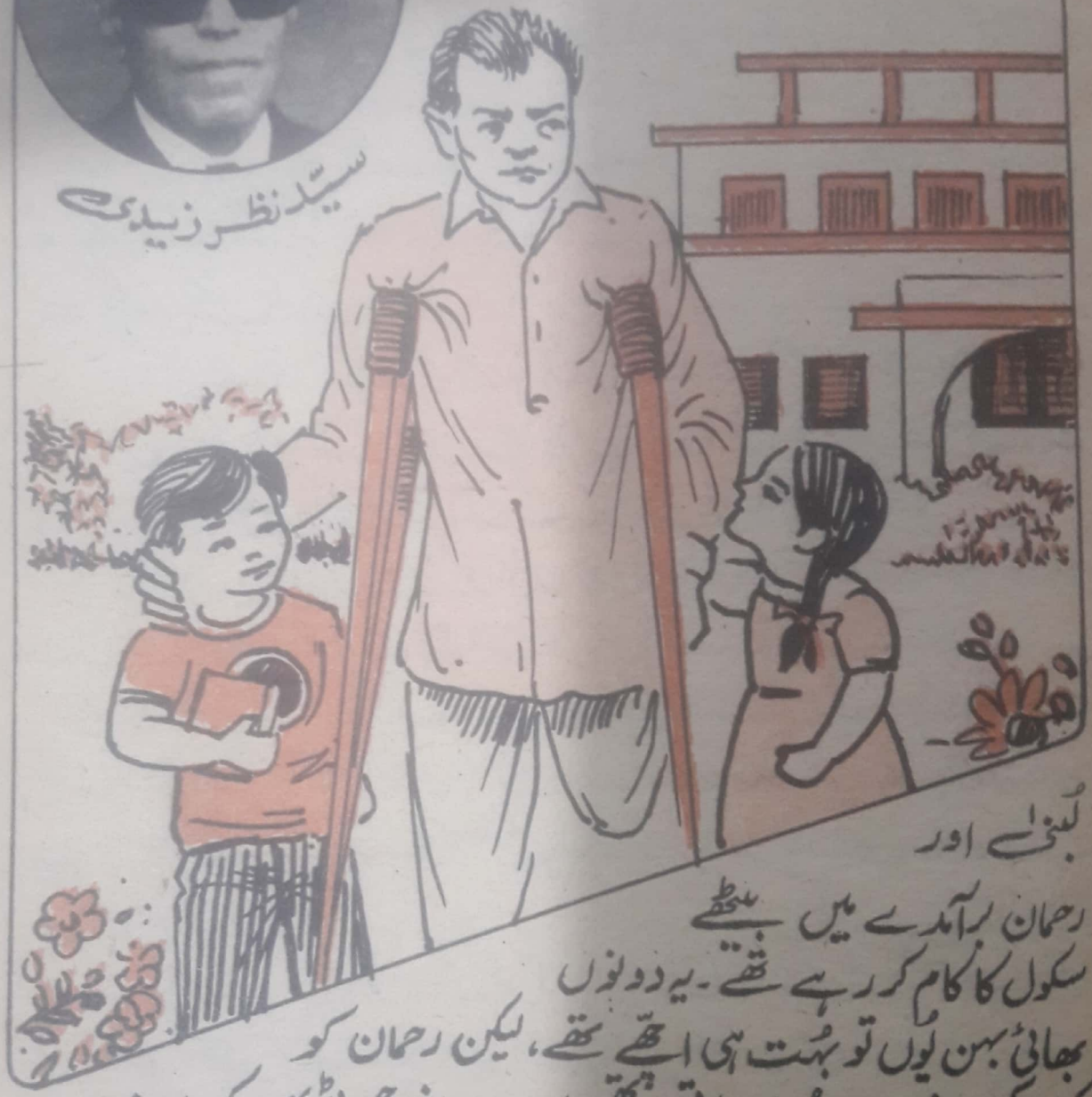

لبنیٰ اور رحمان برآمدے میں بیٹھے سکول کا کام کر رہے تھے۔ یہ دونوں بھائی بہن یوں تو بہت ہی اچھے تھے، لیکن رحمان کو کبھی کبھی شرارت سوجھ جاتی تھی اور وہ اپنی چھوٹی بہن کو پریشان کرنے لگتا تھا۔ سکول کا کام کرتے کرتے اس وقت بھی رحمان کو شرارت سوجھی اور لبنیٰ کی طرف دیکھ کر بولا:

"لبنیٰ، جانتی ہو طوطے کی چونچ لال کیوں ہوتی ہے؟"

"نہیں تو" لبنیٰ نے حیران ہو کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا "لیکن



Scanned by CamScanner

بھائی جان، یہ تو بتائیے، اس وقت آپ نے یہ سوال کیوں پوچھا؟"

"بس ویسے ہی" رحمان بھولا سا منہ بنا کر بولا "بات اصل میں یہ ہے لبنیٰ، کہ اس وقت میری نظر تمھارے ناخنوں پر جا پڑی اور تمھارے لال لال ناخنوں کو دیکھ کر خیال آیا تمھاری طرح شاید طوطے بھی اپنی چونچوں پر نیل پالش لگاتے ہیں" یہ کہہ کر رحمان زور سے ہنسا اور لبنیٰ شرمندہ سی ہو کر اپنے داہنے ہاتھ کے ناخنوں کو دیکھنے لگی۔ وہ سمجھ گئی کہ رحمان سکول کا کام کرتے کرتے اُکتا گیا ہے اور اپنی عادت کے مطابق شرارتوں پر اُتر آیا ہے۔ کچھ دیر رُک کر بولی:

"طوطے اپنی چونچوں پر نیل پالش لگاتے ہیں یا نہیں لگاتے لیکن اس بات میں بالکل بھی شک نہیں کہ جو طالب علم دیا ہُوا کام کر کے نہیں لاتے ماسٹر صاحب انھیں بنچ پر کھڑا کرنے کے ساتھ جُرمانہ بھی کرتے ہیں۔"

"بھئی، اتنا جاہل تو میں بھی نہیں ہُوں کہ اتنی سی بات بھی نہ جانتا ہُوں" رحمان شرارت بھری آواز میں بولا۔

"بے شک، بے شک۔ آپ سے زیادہ یہ بات کون جان سکتا ہے، کیوں کہ بنچ پر کھڑا ہونے کی عزت سب سے زیادہ آپ ہی کو تو حاصل ہوتی ہے" لبنیٰ نے ہنستے ہُوئے کہا "میں نے تو یہ بات یاد دلائی ہے اپنے بھائی جان کو۔"

"اور اسی لیے، تو میں کہا کرتا ہُوں کہ تمھارے سر میں عقل والا خانہ تھوڑا تھوڑا خالی ہے۔ اچھا میری بڑی ہی پیاری سی بہن، یہ تو بتاؤ کہ جب تمھیں معلوم تھا کہ ہم اپنے بارے میں ماشاءاللہ ساری باتیں اچھی طرح جانتے ہیں، تو یہ خاص الخاص بات یاد دلانے کی کیا ضرورت تھی؟" رحمان نے کہا اُس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

لبنیٰ سمجھانے کے انداز میں بولی "بھائی جان، جب آپ کو یہ بات یاد تھی تو پھر سکول کا کام کرتے کرتے طوطوں کی چونچوں کی طرف دھیان کیوں



Scanned by CamScanner

چلا گیا آپ کا؟"

"اس لیے پیاری باجی، اگر انسان کتابوں کا کیڑا بن کر رہ جائے تو اچھا خاصا بے وقوف بن جاتا ہے۔ کبھی کبھی ایسی باتوں پر بھی سوچ بچار کرنا چاہیے جو سکول کی کتابوں میں لکھی ہوئی نہیں ہیں۔"

"اچھا تو کرتے رہیے ایسی باتوں پر سوچ بچار۔ میں تو اپنا کام کر رہی ہوں" لبنیٰ نے کچھ کچھ ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

رحمان اُس کی حالت کا اندازہ کر کے پہلے تو مسکرایا، پھر خوشامد بھری آواز میں بولا "اچھا صرف ایک بات کا جواب اور دے دو۔ وعدہ کرتا ہوں پھر کچھ نہ پوچھوں گا۔ اطمینان سے اپنا کام کرتی رہنا۔"

"پوچھیے" لبنیٰ نے ناراض ہو کر کہا۔

رحمان نے کوٹھی کے پھاٹک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "دوسری بات یہ ہے بھئی کہ وہ صاحب جو آ رہے ہیں، وہ اور لوگوں کی طرح سیدھے ہو کر ٹھیک طرح کیوں نہیں چلتے، ہمارے اُس مرغے کی طرح کیوں چلتے ہیں جس کی ٹانگ زخمی ہو گئی ہے" یہ کہہ کر رحمان زور سے ہنسا اور اُنگلی سے پھاٹک کی طرف اشارہ بھی کیا۔

لبنیٰ نے پھاٹک کی طرف دیکھا تو خواجہ امتیاز صاحب نظر آئے جو بیساکھی کے سہارے چلتے ہوئے اندر آ رہے تھے۔ اُس نے بہت ناراض ہو کر کہا "رحمان بھائی، آپ کو شرم نہیں آتی بڑوں کا مذاق اُڑاتے ہوئے؟ خواجہ صاحب ابا جان کے دوست ہیں۔ ہمیں سچے دل سے اُن کی عزت کرنی چاہیے۔"

"مذاق کون اُڑا رہا ہے بھئی، ہم نے تو ایک علمی سوال پوچھا ہے" رحمان نے یہ بات کسی قدر آہستہ آواز میں کہی، کیوں کہ خواجہ صاحب اب اُن کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ویسے اُس کے ہونٹوں پر اب بھی مسکراہٹ تھی اور لنگڑا کر بہت تکلیف سے چلتے ہوئے خواجہ صاحب کی طرف یوں دیکھ



Scanned by CamScanner

رہا تھا جیسے اُن کا مذاق اُڑا رہا ہو۔

---

خواجہ صاحب رحمان کے ابّا جان کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ وہ اُن سے ملنے کے لیے اکثر آتے رہتے تھے اور جب بھی آتے تھے سیدھے رحمان کے ابّا جان کے کمرے میں چلے جاتے تھے، لیکن آج وہ رحمان اور لبنیٰ کے پاس رُک گئے اور خالی کُرسی پر بیٹھتے ہُوئے رحمان کی طرف دیکھ کر بولے "کہو رحمان بیٹے، کیا ہو رہا ہے؟ شاید سکول کا کام کر رہے ہو؟"

"جی۔ جی۔ جی" رحمان نے ہکلاتے ہُوئے جواب دیا۔ اُسے یوں لگ رہا تھا کہ لنگڑا کر چلنے کا مذاق اُڑانے کا حال خواجہ صاحب کو معلوم ہو گیا ہے اور وہ اب اُسے سزا دینے کے خیال سے رُک گئے ہیں۔ اور اُس کا یہ خیال غلط بھی نہ تھا۔ خواجہ صاحب نے اُسے ہنستے ہُوئے اور اپنی طرف اُنگلی سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور یہ بات جان گئے تھے کہ وہ اُن کا مذاق اُڑا رہا ہے۔

کُرسی پر اچھی طرح بیٹھ کر خواجہ صاحب نے اپنی بیساکھی فرش پر رکھ دی اور پھر اطمینان بھرا سانس لے کر بولے "رحمان بیٹے، اگرچہ ہم وہ بات نہیں سُن سکے جو تم ہماری طرف اشارہ کر کے لبنیٰ بیٹی سے کہہ رہے تھے، لیکن یہ اندازہ ہمیں پھر بھی ہو گیا کہ تم ہمارے بارے میں ہی کچھ کہہ رہے تھے۔ کیا کہہ رہے تھے بھلا تم؟"

"جی جی جی" رحمان ہکلا کر رہ گیا۔ پھر سنبھل کر بولا "جی میں کہہ رہا تھا خواجہ صاحب ہمارے ابّا جان کے سب سے اچھّے دوست ہیں۔"

رحمان کی یہ بات سُن کر خواجہ صاحب بہت اُداس ہو گئے۔ ذرا دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتے رہے۔ پھر ٹھنڈا سانس لے کر بولے "دیکھو بیٹے، اس وقت ہم تمھیں دو ایسی باتیں بتانا چاہتے ہیں کہ اگر اُن پر عمل کرو گے تو انشاء اللہ بہت عزّت اور آرام کے ساتھ زندگی گزارو گے، اور اگر خُدا نہ کرے



Scanned by CamScanner

اُن پر عمل نہ کرو گے تو تمھیں زندگی کی سچی کامیابی اور سچی خوشی کبھی نہ ملے گی۔ اُن میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ پاک نے ایسے لوگوں پر لعنت بھیجی ہے۔ یعنی اُنھیں بہت ہی بُرا بتایا ہے اور اُن سے ناراضگی ظاہر کی ہے۔ اسی طرح ہمارے آقا اور اللہ کے سچے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں اُن کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ سوچو، یہ کتنا بڑا نقصان ہے؟ کیوں لُبنیٰ بیٹی، ہے نا نقصان؟"

"جی بالکل" لُبنیٰ نے بہت ادب سے کہا۔ وہ خواجہ صاحب کی باتیں بہت غور سے سُن رہی تھی۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ خواجہ صاحب دوسری بات بھی جلدی سے بتا دیں۔

خواجہ صاحب ذرا دیر رُک کر بولے "رحمان بیٹے، دل تو یہی چاہتا ہے کہ دُوسری بات بھی اِسی وقت بتا دیں، لیکن وہ ہم ذرا ٹھہر کر بتائیں گے۔ یُوں کرو کہ جو کام کر رہے ہو، وہ ختم کر کے اپنے ابّا جان کے کمرے میں آجاؤ۔ ہم تمھارا انتظار کریں گے۔ یہ بات کسی قدر لمبی ہے، اس لیے چاہتے ہیں اطمینان سے سُنائیں۔"

لُبنیٰ تو یہ بات سُننے کے لیے بے چین تھی ہی، خود رحمان کا دل چاہ

Scanned by CamScanner

رہا تھا کہ خواجہ صاحب جلدی سے وہ بتا دیں، مگر اس بارے میں کچھ کہنا مناسب نہ تھا۔ دونوں نے ایک زبان ہو کر کہا "جی اچھا"۔
خواجہ صاحب نے اپنی بیساکھی اُٹھائی اور وہاں سے چلے گئے۔

---

رحمان اور لبنیٰ اپنے ابّا جان کے کمرے میں گئے، تو خواجہ صاحب اکیلے بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ اُن کے ابّا جان کوئی کتاب لینے کے لیے اپنی لائبریری میں گئے تھے۔ خواجہ صاحب نے دونوں بچّوں کو اندر آتے دیکھا، تو اخبار تہہ کر کے میز پر رکھ دیا اور بہت خوش ہو کر بولے "آؤ بچّو، آؤ۔ ہم تمھارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ تمھارے ابّا جان ابھی آجائیں گے۔ اتنی دیر ہم باتیں کرتے ہیں"۔
"جی بہت اچھا" دونوں بچّوں نے بہت ادب سے کہا اور خواجہ صاحب کے قریب رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔
خواجہ صاحب نے محبّت بھری آواز میں کہا "ہم نے دُوسری بات بتانے کا وعدہ کیا تھا نا بھئی، تو لو سُنو، وہ بات بتانے کے لیے ہم تمھیں ایک کہانی سُناتے ہیں۔ جو کچھ یُوں ہے کہ اب سے کافی دن پہلے کی بات ہے، مشہور شہر امرتسر میں ایک لڑکا رہتا تھا"۔
"چچا جان، کیا اُسی امرتسر میں، جو ہمارے پڑوسی مُلک بھارت میں ہے؟" لبنیٰ نے سوال کیا۔
"ہاں بیٹی، اُسی امرتسر میں، لیکن جس زمانے کی ہم کہانی سُنا رہے ہیں امرتسر مسلمانوں کا شہر سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ اُس وقت بھی اِس شہر میں ہندوؤں اور سکھوں کی تعداد زیادہ تھی، لیکن مسلمان اتنے طاقت ور تھے کہ سب پر اُن کا رُعب بیٹھا ہُوا تھا۔ جس لڑکے کی ہم کہانی سُنا رہے ہیں اُس کے ابّا جان زیادہ امیر تو نہ تھے، ریلوے کے ایک دفتر میں سُپرنٹنڈنٹ کے عُہدے پر کام کرتے تھے، لیکن شہر میں اُن کی بہت عزّت تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بہت ہی شریف اور نیک دل تھے۔ اُن کی خاص اچھائی یہ تھی کہ ہندوؤں اور



Scanned by CamScanner

سکھوں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ جو شخص بھی کسی کام سے اُن کے پاس جاتا، جی جان سے اُس کی مدد کرتے۔ وہ یہ سوچتے ہی نہ تھے کہ مدد چاہنے والا کس قوم کا آدمی ہے۔"

یہاں تک کہہ کر خواجہ صاحب کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ پھر بہت دُکھ بھرے انداز میں لمبا سانس لے کر بولے "عزیز بچّو، شہر امرتسر میں رہنے والوں کی زندگی بہت امن چین سے گزر رہی تھی، لیکن پھر ایسا ہوا کہ شہر کے ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کو ستانا اور پریشان کرنا شروع کر دیا۔"

"لیکن کیوں؟" رحمان نے سوال کیا۔

"اس کی وجہ یہ ہوئی بیٹا، کہ ہندوستان کو آزادی ملنے کے دن قریب آ گئے تھے اور یہ اُمّید بھی پیدا ہو گئی تھی کہ جب یہ مُلک آزاد ہو گا تو مُسلمانوں کے لیے پاکستان کے نام سے ایک الگ مُلک بنا دیا جائے گا۔"

"اچھا تو یہ اُن دنوں کا ذکر ہے جب مُسلمان پاکستان حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔" لُبنیٰ نے کہا "چچا جان، میں نے ایک کتاب میں یہ ساری باتیں پڑھی ہیں۔ ہندو اور سکھ تو اس بات سے گویا چڑ ہی گئے تھے کہ مسلمان الگ مُلک بنانے کی بات کیوں کر رہے ہیں۔"

"ہاں بیٹی، اور چونکہ امرتسر ایسا شہر تھا جس میں ہندو اور سکھ زیادہ تھے

## دَلدَل

اس زمین کو کہتے ہیں جو سطح تک پانی سے تر ہو۔ مگر اُوپر پانی نمودار نہ ہو۔ پُرانے دریاؤں کے سیلابی میدان عام طور سے دلدلی ہوتے ہیں، کیوں کہ بارش کا پانی ان میں جذب ہو جاتا ہے بہہ کر ضائع نہیں ہوتا۔ بعض ساحلی میدانوں میں جن کی سطح ہموار ہو، دلدلیں ہو جاتی ہیں۔ دلدلی زمین کا پانی کسی طریقے سے خارج کر دیا جائے تو یہ بڑی زرخیز ہوتی ہے۔ گرم مقامات پر دلدلوں کی وجہ سے مچھر پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کے قُرب و جوار میں موسمی بخار زیادہ رہتا ہے۔



Scanned by CamScanner

اور وہ اُس علاقے میں بھی تھا جو ہندوستان میں جانے والا تھا اس لیے ہندو سکھ، مسلمانوں کو اس خیال سے ستانے لگے تھے کہ وہ ڈر کر پاکستان کا مطالبہ کرنا چھوڑ دیں۔"

"تو چچا ابا، مسلمان پاکستان بنانے کا خیال چھوڑ دیتے اور پہلے کی طرح ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ مل کر رہتے؟" رحمان نے کہا۔

جس وقت رحمان یہ کہہ رہا تھا اُس کے ابا جان بھی کمرے میں آ گئے اور یہ بات سُن کر بولے "بیٹے، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس مُلک میں رہنے والے ہندوؤں اور سکھوں کے ارادے مسلمانوں کے بارے میں اچھے نہ تھے۔ ان دونوں قوموں میں اچھے آدمی بھی ضرور تھے، لیکن زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو مسلمانوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ جب یہ ملک آزاد ہو تو یہاں ہندوؤں کی مذہبی حکومت قائم ہو جائے اور مسلمان اُن کے غلام بن کر رہیں۔ اپنی اس مذہبی حکومت کو وہ رام راج کہتے تھے۔"

"یہ تو بہت بُری بات تھی۔ بھلا مسلمان کسی کے غلام بن کر کیوں رہتے؟ انھوں نے تو انگریزوں کو اس مُلک سے نکالنے کے لیے بہت زیادہ قربانیاں دی تھیں۔" لبنیٰ نے بہت ناراض ہو کر کہا۔

خواجہ صاحب بولے "بہر حال یہ سب اپنی جگہ الگ قصّہ ہے اور یقین ہے تم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہی ہو گا۔ ہم تمھیں امرتسر میں رہنے والے ایک مسلمان لڑکے کی کہانی سُنا رہے تھے۔ جہاں تک تم سُن چکے ہو اُس سے آگے کی بات یہ ہے کہ وہ لڑکا شہر کے جس محلّے میں رہتا تھا اُس میں زیادہ گھر ہندوؤں اور سکھوں کے تھے۔ زیادہ سے زیادہ دس بارہ گھر مسلمانوں کے ہوں گے۔ جب شہر کے حالات خراب ہونے شروع ہوئے اور ہندو، سکھ غنڈوں نے مسلمانوں کو قتل کرنا اور اُن کے گھروں کو جلانا شروع کیا، تو محلّے کے سب مسلمان اُس لڑکے کے گھر میں آ گئے، کیوں کہ وہ کافی بڑا اور مضبوط تھا۔ اس کے علاوہ یہ اطمینان بھی تھا کہ غنڈے اس گھر پر حملہ نہ کریں گے۔ محلّے



Scanned by CamScanner

کے سب آدمی اس لڑکے کے باپ کی بہت عزت کرتے تھے لیکن بیٹی...!"

یہاں تک کہ کر خواجہ صاحب خاموش ہو گئے۔ اُن کے چہرے پر غم چھا گیا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ کچھ دیر چُپ بیٹھے رہے۔ پھر سفید رومال سے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہُوئے بولے "پھر ایسا ہُوا بیٹی، کہ ایک دن اُن ظالموں نے اُس لڑکے کے باپ کو اُس وقت قتل کر دیا جب وہ اپنے دفتر سے گھر آ رہے تھے۔"

"ہائے اللہ، ایسے شریف اور اچھے شخص کو بھی ظالموں نے مار ڈالا۔ چچا جان، اُس لڑکے کو تو بہت رنج ہُوا ہو گا؟" لُبنیٰ نے کہا۔

"ہاں بیٹی، اُس بے چارے کی تو دُنیا ہی اندھیر ہو گئی، لیکن وقت کچھ ایسا تھا کہ وہ اپنے پیارے ابّو کا سوگ بھی نہ منا سکے۔ ہُوا یہ کہ اُس لڑکے کے باپ کو قتل کرنے کے بعد غُنڈوں نے اُن کے مکان کو گھیرنا شروع کر دیا۔ وہ ٹولیاں بنا بنا کر گلی سے گزرتے اور بہت اُونچی آواز میں مسلمانوں کے خلاف نعرے لگاتے۔

ایک دن کا ذکر ہے سب مرد ایک میٹنگ میں گئے ہوئے تھے جو شہر کے مسلمانوں کی حفاظت کے بارے میں تدبیریں سوچنے کے لیے بُلائی گئی تھی۔ گھر میں صرف وہ لڑکا اور عورتیں تھیں۔ یہ مکان دو منزلہ تھا۔ اس کی نچلی منزل میں مرد رہتے تھے اور اُوپر کی منزل عورتوں کے لیے خالی کر دی



Scanned by CamScanner

گئی تھی اور اس وقت سب عورتیں اُوپر کی منزل ہی میں تھیں۔ وہ لڑکا بھی اُن کے ساتھ اُوپر ہی تھا اور ایک کھڑکی میں بیٹھا سڑک پر آنے جانے والوں کو دیکھ رہا تھا۔ حفاظت کے خیال سے نچلی منزل کے سارے کواڑ اُنھوں نے بند کر دیے تھے۔"

"چچا جان، جب گھر میں ایک بھی مرد نہ تھا تو عورتوں کو تو بہت ڈر لگ رہا ہوگا؟" لبنیٰ نے سوال کیا۔

"ضرور لگ رہا ہوگا، کیونکہ شہر کے حالات بہت ہی خراب ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کے خلاف نعرے لگانے والے غنڈے بھی اب اس طرف بہت آنے لگے تھے۔ جس وقت کا ہم حال سنا رہے ہیں اُس وقت بھی غنڈوں کی ایک ٹولی مکان کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ لڑکا کھڑکی میں بیٹھا اُن غنڈوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو ہاتھوں میں چمکتی ہوئی تلواریں اور برچھیاں لیے ہوئے تھے اور ہاتھ ہلا ہلا کر نعرے لگا رہے تھے۔

"لڑکے نے دیکھا ایک موٹا تازہ غنڈہ اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر مکان کی طرف بڑھا اور تھیلے میں سے کوئی گول سی چیز نکال کر مکان کی دیوار کے پاس رکھ دی۔

"لڑکے نے جو غنڈے کو یہ کارروائی کرتے ہوئے دیکھا تو سمجھ گیا یہ بم ہے جو مکان کے قریب رکھ دیا گیا ہے۔ اُس زمانے میں ایسے واقعات بہت کثرت سے ہو رہے تھے۔ وقت پر پھٹنے والے بم، جنھیں انگریزی زبان میں ٹائم بم کہتے ہیں، مسلمانوں کے مکانوں کے پاس رکھ دیے جاتے تھے اور جب وہ پھٹتے تھے تو مکان تباہ ہو جاتے تھے۔ لڑکا سمجھ گیا غنڈے نے ہمارے مکان کی دیوار کے ساتھ ٹائم بم رکھ دیا ہے۔ وہ گھبرا کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور سوچنے لگا اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"چچا جان، یہ تو واقعی بہت خطرناک بات تھی۔ مہربانی کر کے جلدی سے بتائیے اُس لڑکے نے کیا کیا؟ وہ بم پھٹا تو نہیں؟" رحمان نے پوچھا۔



Scanned by CamScanner

"بیٹا، اُس لڑکے کی عُمر تو زیادہ نہ تھی، لیکن وہ سمجھ دار بہت تھا۔ جب اُسے یقین ہو گیا کہ مکان کے پاس ٹائم بم رکھ دیا گیا ہے، تو وہ امّی یا کسی اور کو کچھ بتائے بغیر بھاگتا ہُوا نیچے اُتر گیا اور گلی میں آ کر بہت پھرتی سے وہ بم اُٹھا لیا اور پُوری طاقت سے غُنڈوں کی ٹولی کی طرف پھینک دیا جو نعرے لگاتی اور تلواریں گھماتی وہاں سے گزر رہی تھی۔ بس پھر کیا تھا بہت زور کا ایک دھماکا ہُوا اور نہ جانے کتنے غنڈوں کے پرخچے اُڑ گئے۔"

"واہ، بہادر بھائی واہ!" لبنیٰ نے جوش بھری آواز میں کہا "چچا جان، اُس لڑکے نے تو واقعی بہت شاندار کام کیا۔ اگر وہ اپنے مکان کی دیوار کے پاس رکھا ہُوا بم اُٹھا کر غُنڈوں پر نہ پھینک دیتا تو مکان ضرور تباہ ہو جاتا اور وہ سب مر جاتے۔ اچھا یہ تو بتائیے، غنڈوں نے اُس لڑکے کو تو کچھ نہیں کہا؟"

"بیٹی، اچانک بم پھٹنے سے وہ سب گھبرا گئے تھے اور بے تحاشا اِدھر اُدھر بھاگنے لگے تھے۔ پھر بھی ایک غنڈے نے اُس لڑکے کو دیکھ لیا اور نشانہ باندھ کر اپنی بندوق سے اُس پر گولی چلا دی۔ لڑکا اُس وقت اپنے مکان کے دروازے میں داخل ہو رہا تھا۔ گولی لگنے کے بعد وہ بہت تیزی سے اندر آ گیا اور کواڑ بند کر لیے اور یُوں اُس کی جان بچ گئی۔ اگر وہ باہر رہ جاتا تو غنڈے اُسے زندہ نہ چھوڑتے۔"

"لیکن چچا جان، اُنھوں نے مکان پر تو ضرور حملہ کر دیا ہو گا؟" رحمان نے سوال کیا۔

"ہاں کیا، لیکن اب عورتوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ غُنڈے مکان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اُنھوں نے بہت ہمّت اور بہادری سے غنڈوں پر اینٹوں اور پتّھروں کی بارش کر دی، جو ایسے ہی وقت کے لیے کافی تعداد میں جمع کیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ لڑکے کی بڑی بہن نے اپنے ابّا جان کی بندوق سے غنڈوں پر گولیاں بھی چلائیں اور یوں وہ سب وہاں سے بھاگ گئے۔"

"واہ بھئی واہ، اُس بہادر لڑکے نے تو سچ مچ بہت ہی شاندار کام کیا"



Scanned by CamScanner

بُھنی نے کہا "چچا جان، کیا آپ کو معلوم ہے وہ لڑکا اب کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ اس کا نام کیا تھا؟"

"بیٹی، اُس لڑکے کا نام تھا امتیاز۔ وہ اب خواجہ امتیاز کہلاتا ہے اور ٹانگ پر گولی لگنے کی وجہ سے بیساکھی کے سہارے لنگڑا کر چلتا ہے۔"

"چچا جان، آپ؟ کیا سچ مچ بہادری کا وہ کام آپ ہی نے کیا تھا؟" رحمان نے سوال کیا۔ خوشی کی وجہ سے اُس کا چہرہ لال ہو گیا تھا اور وہ بہت عقیدت سے خواجہ صاحب کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ہاں بیٹے، یہ ہماری ہی زندگی کا واقعہ ہے اور ہمیں اس پر بہت فخر ہے" خواجہ صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا "اچھا اب تم ہماری ایک بات کا جواب دو۔ یہ بتاؤ کہ یہ واقعہ ہم نے تمھیں کیوں سُنایا ہے اور کیا تم وہ دُوسری بات سمجھ گئے ہو جو ہم تمھیں بتانا چاہتے تھے؟"

"جی چچا جان، اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی کے جسم میں کوئی کمی ہو، تو اُس کا مذاق نہیں اُڑانا چاہیے۔ کیوں کہ بعض کمیاں بہت مقدس ہوتی ہیں۔ میں تو کہتا ہوں چچا جان، آپ کی اس زخمی ٹانگ پر ایسی ہزاروں ٹانگیں قربان کی جا سکتی ہیں جن پر سچائی کے راستے میں کوئی زخم نہ لگا ہو۔"

رحمان جب یہ بات کہہ رہا تھا جوش کی وجہ سے اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔ بات ختم کر کے وہ جلدی سے آگے بڑھا اور خواجہ صاحب کی بیساکھی اُٹھا کر اُسے بہت عقیدت سے چُوم لیا۔ سب اُس کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ خاص طور سے خواجہ صاحب، اُن کے ہونٹوں پر تو مسکراہٹ بھی تھی۔

**اِرشادِ ربّانی**

بُرائی کا بدلہ بے شک بُرائی ہے۔ لیکن جس نے مُعاف کر دیا تو اللہ کے پاس اُس کے لیے بڑا اجر ہے۔

(قرآن پاک۔ پارہ ۲۵)

Scanned by CamScanner